34631 ـ طالب علم كو زكاة دينا

سوال

اگر كوئى شخص شرعى علم كے ليے اپنے آپ كو فارغ كر لے تو كيا اس كى ضروريات پورى كرنے اور كتابيں خريدنے كے ليے زكاة دينى جائز ہے ؟

پسنديده جواب

الحمد لله.

زكاة كے مصارف آٹھ ہيں جسے اللہ تعالى نے مندرجہ ذيل آيت ميں بيان كرتے ہوئے فرمايا:

(إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ)

ترجمہ: زكاة تو صرف فقراء، مساكين، اور اس پر كام كرنے والے، اور تاليف قلب ميں، اور گردنيں آزاد كرانے ميں، اور قرض داروں كے ليے، اور اللہ كے راستے ميں، اور مسافروں كے ليے ہے، يہ اللہ تعالى كى طرف سے فرض كردہ ہے، اور اللہ تعالى علم والا اور حكمت والا ہے ۔ التوبۃ / 60

اور (سبيل اللہ) سے اللہ تعالى كا كلمہ بلند كرنے كے ليے جہاد فى سبيل اللہ مراد ہے، لہذا مجاہد كو اس كى ضروريات ،نفقہ اور اسلحہ وغيرہ خريدنے كے ليے زكاة دى جائے گى۔۔۔

اہل علم كا كہنا ہے كہ:

"فى سبيل اللہ" ميں وہ شخص بھى شامل ہے جو اپنے آپ كو شرعى علم كے حصول كے ليے فارغ كر ليتا ہے، تو اسے بھى زكاة ميں سے نفقہ ، لباس كھانے پينے اور اس كى رہائش اور كتب كے ليے مال ديا جائے گا، اور جو اس كى ضروريات ہيں وہ پورى كى جائيں گى، كيونكہ شرعى علم "جہاد فى سبيل اللہ "كى ايك قسم ہے، بلكہ امام احمد رحمہ اللہ تو كہتے ہيں كہ: "جس شخص كى نيت صحيح ہو تو اس كے ليے علم كے برابر كوئى چيز نہيں ہے"

لہذا علم شريعت كى بنياد ہے، لہذا علم كے بغير شريعت ہى نہيں ہے، اور اللہ تعالى نے كتاب اس ليے نازل فرمائى كہ لوگ انصاف كريں اور شرعى احكام كى تعليم حاصل كريں، اور نظرياتى و عملى عقيدہ سيكھيں۔

جبکہ جہاد فی سبیل اعلی و افضل ترین عمل ہے بلکہ یہ اسلام کی کوہان اور چوٹی ہے، اور اس کی فضلیت میں کسی بھی قسم کا شک و شبہ نہیں، لیکن اسلام میں علم شرعی کی بھی بہت شان ہے، لہذا اس کا جہاد میں داخل ہونا واضح ہے جس میں کسی بھی قسم کا اشکال نہیں۔ انتہی

ماخوذ از: مجموع فتاوى ابن عثيمين (337 ۔ 338)

دائمی فتوی کمیٹی سے پوچھا گیا:

کیا بہت زیادہ محتاج اور ضرورتمند طلباء کو زکاۃ دینی جائز ہے؟

تو کمیٹی کا جواب تھا:

جی ہاں ان کی ضروریات کی بنا پر انہیں زکاۃ دینی جائز ہے، کیونکہ وہ اس کے محتاج ہیں۔

دیکھیں: فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (10 / 17).

اور " الموسوعة الفقهية " میں ہے کہ:

" فقہاء کرام کا طالب علم کو زکاۃ دینے کے متعلق اتفاق ہے، چنانچہ احناف شوافع اور حنابلہ نے اسے صراحتا جائزکہا ہے، اور مالکی مذہب سے بھی یہی سمجھ آتی ہے.... اور بعض احناف یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر طالب علم اپنے آپ کو شرعی علم کے لیے فارغ کر لے چاہے وہ طالب علم غنی اور مالدار بھی ہو تو اس کے لیے زکاۃ لینا جائز ہے، کیونکہ وہ کمائی کرنے سے عاجز ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

اگر کوئی طالب علم اپنی حیثیت کے مطابق محنت مزدوری کرسکتا ہے ، لیکن وہ شرعی علم حاصل کرنے کیلئے اتنا مصروف ہےکہ اگر مزدوری کرنے لگ جائے تو علم حاصل نہیں کر پائے گا، تو اسکے لئے زکاۃ لینا جائز ہوگا، کیونکہ علم حاصل کرنا فرضِ کفایہ ہے،۔۔۔ ۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس کے پاس پڑھنے کیلئے کتب خریدنے کی رقم نہیں ہے اس کا حکم کیا ہے؟

تو شیخ الاسلام کا جواب تھا:

اس کے لیے اتنی زکاۃ لینا جائز ہے جو اس کی ضروریات کی کتب خریدنے کے لیے کافی ہو جن کے بغیر اس کے

دین و دنیا کی مصلحت پوری نہیں ہوتی۔

بہوتی کہتے ہیں:

لگتا ہے کہ [طلباء کو زکاہ دینا] مصارف زکاۃ سے خارج نہیں، کیونکہ یہ طالب علم کی ان ضروریات میں شامل ہے جس کا وہ محتاج ہے، لہذا یہ اس کے نفقہ کی طرح ہی ہے، اور فقہائے کرام نے صرف شرعی علوم کے طلباء کو ہی زکاۃ دینے کے لیے خاص کیا ہے۔

اور احناف نے صراحت کیساتھ کہا ہے کہ طلباء کیلئے ایک ملک سے دوسرے ملک زکاۃ منتقل کی جاسکتی ہے۔مختصر اقتباس از : الموسوعة الفقهية (28 / 337).

واللہ اعلم .